OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/index.php/ai

حدیث کے میدان میں مخصوص صوفیائے کرام کی علمی اور تصنیفی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Scholarly and Authorial Services of Specific Sufis in the Field of Hadith

Dr. Navid Iqbal
Assistant Professor, Department of Hadith Sciences, AIOU, Islamabad
navid.iqbal@aiou.edu.pk

Mr. Muhammad Yousuf
Research Associate, Department of Islamic Thought, AIOU, Islamabad
Muhammad.yousuf@aiou.edu.pk

Abstract

Allah has created people in every age to protect every aspect of Islam who left no stone unturned in fulfilling their responsibility. Be it the field of Qur'anic interpretation, hadith and jurisprudence or Sufism, the scholars of every field have left no stone unturned in the promotion of religious sciences with their many services. There are also many scholars who worked in more than one field from academic and literary aspects. But due to the tendency of some of them towards a particular field, they became known by the name of that field, like Imam Malik, Ahmad bin Hanbal etc. Therefore, it cannot be said that they do not have any expertise in other fields or that their opinion does not have any status due to being more than one. As some people have understood, like Sufis ،that his field is Sufism only and his opinion in the field of Sufism is argument and proof. Now if they quote or narrate a hadith and that hadith is not in the reliable and famous books of hadith, they reject it. However, this should not be the case all the time.
To eliminate such doubts and objections, this paper will comment on the conditions and scholarly services of some Sufis who have performed scholarly and authorial services in the field of Sufism along with Hadith Sciences.
Keywords: *Sufism, Analytical Studies, Hadith Sciences, authorial services*

CC BY

تمہید

دور نبوی اور عہد صحابہ میں علوم دینیہ کے لئے الگ کسی قسم کے شعبے یا ادارے قائم نہیں کئے گئے تھے اور نہ ہی مختلف علوم اور فنون کے لئے الگ الگ افراد کے نام لکھے ہوئے ملتے ہیں بلکہ عہد نبوی اور اسی طرح صحابہ کرام کے ابتدائی دور میں عمومی انداز میں تعلیم تربیت اور تزکیہ نفوس کا سلسلہ چلتا رہا۔ صحابہ کرام کو اگر کوئی مسئلہ درپیش آتا تو فوراً آپ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے۔ آپ کے وصال کے بعد صحابہ میں سے کئی صحابہ نے علوم نبویہ کو امت تک پہنچانے کے لئے مستقل طور پر درس وتدریس کو اپنا مشغلہ حیات بنایا لیکن اس دور میں بھی قرآن کریم کے لئے الگ، احادیث کے لئے الگ اور اسی طرح فقہ یا تزکیہ نفس کے لئے الگ الگ حلقے اور مجالس نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ حاضرین ایک ہی مجلس میں قرآن و حدیث اور تزکیہ نفس کے علوم سے بہرور ہوا کرتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مختلف علوم کے تدوین اور تصنیف کا نظام شروع ہوا تو امت مسلمہ کے ایک بڑے طبقے نے احادیث مبارکہ کو محفوظ کرنے اور ان کی روایت اور تدوین کرنے کو اپنی زندگی کا اصل سرمایہ قرار دیا جس کی بناء پر ان کو محدثین کے نام سے موسوم کیا گیا اسی طرح بعض اہل علم نے ان ہی احادیث اور روایات سے مسائل اور احکامات کو مستنبط کرنے کو ہی اپنا مشغلہ حیات بنایا جنہیں فقہاء کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اسی طرح بعض نے تاریخ اور سیرت نگاری کو اپنا مشغلہ جبکہ امت کے ایک بڑے طبقے نے نفوس کی اصلاح کے لئے تصوف اور تزکیہ کو ہی اپنا مشغلہ بنا کر اس کے لئے اداروں کا قیام عمل میں لایا۔ لیکن امت مسلمہ کے تمام طبقات کا اصل محور اور منبع قرآن وسنت ہی رہا۔ چنانچہ صوفیا کرام نے اگر امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے کوششیں کی ہیں تو وہ بھی قرآن وسنت کی روشنی میں ہی کی ہیں اس لئے یہ کہنا کہ صوفیاء کرام کا قرآن وسنت کے ساتھ تعلق یا قرآن وسنت کے میدان میں ان کی خدمات نہیں ہیں تو یہ ہماری کم علمی اور ناواقفیت ہی کی بناء پر ہے۔ بلکہ اصل مسئلہ یہاں سے پیدا ہوتا ہے کہ جب بھی علم تفسیر کی بات کرتے ہیں تو امام رازی، ابن کثیرؒ، امام قرطبیؒ جیسے مشہور علماء کے نام آتے ہیں۔ اسی طرح ہم علم حدیث کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، سنن اربعہ کے مؤلفین اور دیگر مشہور ائمہ کا ذکر آتا ہے۔ احادیث کرتے وقت اذہان صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف جاتے ہیں کہ کیا یہ حدیث ان کتب میں موجود ہے کہ نہیں یعنی ان کتب کا حوالہ مانگا جاتا ہے۔ علم کے باب میں صوفیاء کرام کی خدمات کا کہیں پر ذکر نہیں ملتا بلکہ ان کے بارے میں تو یہ مشہور و معروف ہے اور ہر ایک کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ ہ وہ زہد و تقویٰ اور اخلاص والے تھے۔ وہ صاحب کرامات، مشاہدات، مکاشفات تھے۔ عرض یہ کہ صوفیاء کرام ان القاب کے ساتھ ہی مشہور ہوئے۔ اس لئے بعد کے اہل علم ان کی علمی میدان میں خدمات اور تصنیفات کو زیادہ اہمیت نہ دے سکے۔

موضوع کی ضرورت اور اہمیت

حدیث کا میدان ہو یا پھر تصوف کا ہر میدان میں اہم علم اور رجال عظام نے اپنی بیش بہا علمی اور عملی پہلوؤں سے خدمات سرانجام دیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اشخاص کا تعلق کسی ایک شعبہ سے ہوتا ہے اور وہ اسی میں اپنی زندگی صرف کر دیتا ہے جبکہ بعض اشخاص ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کئی کئی فنون وعلوم میں وافر مقدار میں علوم نبوت عطاء کی ہے۔ لیکن شہرت کسی ایک یا دو علوم میں زیادہ مناسبت اور خدمات کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ احادیث کے میدان میں امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں لیکن دوسری طرف ان کی شہرت فقہی مسالک کی بنیاد پر حدیث سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح بعض صوفی بزرگان دین ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں بھی مہارت تامہ عطا کی ہے لیکن ان کا رجحان اور میلان تزکیہ نفوس کی طرف زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ تصوف کے میدان میں شہرت پاگئے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ حدیث کے باب میں علمی واقفیت اور مہارت کے حامل نہیں۔

عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ جو بھی جماعت چاہے کسی بھی فن کا ماہر ہو مثلاً صرف و نحو کے ماہرین اور اسی طرح دیگر علوم مثلاً علم الہندسہ اور فلسفہ کے ماہرین ان کے اپنے اصطلاحات ہیں، ان اصطلاحات کا جاننا ان کے لئے ضروری ہے [1] یہ بات واضح ہونا چاہیے کہ اہل علم کی اصطلاحات ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہمارے ہاں جو اہل علم اور اہل مرتبہ میں جھگڑا واقع ہوتا ہے اس کی بنیاد اہل تصوف کا ان مخصوص اصطلاحات سے ناواقف ہونا ہے۔ اکثر محدثین ان متصوفین علماء کی اصطلاحات سے لاعلم ہوتے ہیں۔

صوفیاء کرام کی زندگی اور ان کی خدمات سے متعلق تمام کتب اکثر ان کے شعبہ ہائے زندگی، زہد ورع اور اقوال پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حالانکہ اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو بہت سارے اولیاء اللہ کا ذکر ملتا ہے جو نہ صرف تزکیہ نفس اور تصوف کے میدان میں ان کی خدمات نمایاں ہیں بلکہ وہ اپنے وقت کے محدثین، فقہاء اور مفسرین بھی تھے۔ ان کو تصوف کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ پر پوری دسترس حاصل تھی۔ تزکیہ نفوس کی طرف زیادہ رجحان کی بناء پر ان کی شہرت اور معرفت اہل سلوک و تربیت اور صوفیاء کے نام سے ہوئی۔ اس لئے بعد کے زمانے میں یہ فضاء عام زبان زد ہو گئی کہ صوفیاء کرام، قرآن کریم وحدیث کے میدان میں مفسرین اور محدثین کی فہرست میں شامل ہی نہیں یعنی اگر کسی روایت حدیث میں کسی ولی اللہ اور صوفی کا نام لیا جائے تو صوفی کا قول کہہ کر رد کر دیتے ہیں مزید یہ بھی کہ ان صوفیاء کا حدیث کی سند اور روایت سے کیا تعلق ہے۔ ہمیں تو کسی محدث کا قول اور حوالہ چاہئے۔ کیونکہ صوفیاء کا کلام اور روایت حجت نہیں ہے۔ حدیث کے میدان میں صرف محدثین علماء کے اقوال اور روایات ہی اصل اور حجت ہیں۔ غرض اس قسم کے خیالات اور شبہات کی

بنیادی وجہ صوفیاء کرام کی حدیث کے میدان میں خدمات سے ناوقفیت ہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ بعض مخصوص صوفیاء کرام کی علوم شرعیہ میں سے حدیث کے میدان میں خدمات کو بھی اجاگر کیا جائے تاکہ عوام اور اسی طرح بہت سے اہل علم کے ذہنوں میں جو مغلطات اور شبہات ہیں ان کا ازلہ کیا جائے۔

حقیقت مذہب صوفیاء اور علم الحدیث سے تعلق

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں ہیں، حالتِ ظاہرہ اور حالتِ باطنہ۔ اور عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ انسان کی بناوٹ اور ترکیب جسمانیت اور روحانیت سے ہوئی ہے۔ اور امام فخر الدین رازیؒ نے انسان کو جسم اور روح سے مرکب ہونے کو بیان کیا ہے۔ ان عظیم المرتبت مشائخ کی درج بالا عبارات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کو جسمانیت اور روحانیت کا امتزاج بنایا ہوا ہے۔ اللہ نے انسانیت کی ہدایت کے ان کو دو اہم علوم یعنی ظاہر کا علم جس کو علم شریعت کہتے ہیں اور باطن کا علم جس کو علم روحانیت کہتے ہیں عطا فرمائے ہیں جن کو قرآن پاک میں اور احادیث میں کئی مقامات پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ للہ تعالی کے اس ارشاد میں:

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عندنا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[۲] "

پس ان دونوں نے میرا ایک بندہ پایا جس کا نام حضرت خضر علیہ السلام تھا جس کو اللہ تعالی نے اپنی طرف سے سے اسرار اور معارف الہامی علم عطا کیا تھا، علمائے تفسیر لکھتے ہیں کہ اس سے مراد تکوینی اور الہامی علم ہے۔ جس کو علم لدنی بھی کہتے ہیں یعنی کسب اور مشقت کے بغیر الہام ہی سے حاصل ہو اور اسمیں بشر کا ذریعہ شامل نہ ہو۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ پر علم روحانیت اور علم کائنات کے متعلق اللہ تعالی جل جلالہ کا ارشاد ہے:

"كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[۳] "

جیسا کہ ہم نے آپ ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیات سناتا ہے کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ چیزیں سیکھاتا ہے جو آپ نے نہیں سیکھی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے[4] کہ چند چیزیں ایسی ہیں جو وحی کے طریقے سے اتاری جاتی ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں ہیں جو وحی کے ذریعے سے معلوم نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لیے لیے نظر اور سوچ کی ضرورت ہوتی

ہے اس علم کا نام علم الکائنات یا موہوبی علم ہے۔ کلام اللہ کی ان آیات کی تفاسیر سے علم ظاہر کے ساتھ دوسرے ایک علم کا ہونا بھی خوب واضح اور مترشح ہوگیا ہے جسے علماء علم الباطن یا علم التصوف کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ نے اپنی احادیث میں نے باضابطہ طور پر ان دونوں علوم کی تعلیم اور تشریح فرمائی ہے۔ اس کی مزید تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔:

" وعن الحسن العلم علمان، ،فعلم فى القلب فذاك العلم النافع، وعلم على اللسان فذاك حجة الله عزوجل على ابن آدم[5]"

علم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کا تعلق دل سے ہے جو نفع دیتا ہے اور دوسرا وہ جو زبان کے اوپر ہوتا ہے یہ علم ابن آدم پر اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے حجت ہیں۔

ملا علی قاری نے اس روایت کی یہ توجیح بیان کی ہے کہ پہلے سے مراد باطنی علم اور دوسرے سے مراد ظاہری علم ہے۔[6]

امام غزالیؒ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: جان لو علم آخرت کی دو قسمیں ہیں؛ ایک علم مکاشفۃ اور دوسرا علم معاملۃ ہے۔ پہلی قسم سے مراد باطنی علم ہے اور یہ تمام علوم کی انتہا ہے۔[7]

اس مفہوم کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن کریم کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جس میں ہر ایک آیت کا ظاہر اور ایک باطن ہے پھر ہر ایک کی ایک حد بھی ہے جہاں سے اطلاع ہے۔[8]

علامہ سیوطیؒ نے اسی روایت کو ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے لکھتے ہیں: ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ سے اس کو روایت کیا ہے کہ بلاشبہ قرآن کریم کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جس میں ہر ایک آیت کا ظاہر اور ایک باطن ہے اور حضرت علی رضی اللہ کے پاس قرآن کر ظاہر اور باطن دونوں ہیں۔[9]

ان جملہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی تعلیم بھی ایک دینی فریضہ اور نبوت کے فرائض منصبی میں سے ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے میں علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔

امام ابن عابدین شامیؒ نے ان دونوں کے باہمی ربط کے بارے میں لکھا ہے:

"وهى الطريقة والشريعة متلازمة"[10] طریقت اور شریعت لازم اور ملزوم ہیں۔

ائمہ تصوف اور علم الحدیث:

دینی علوم کی تصنیف و تالیف اور ترویج کے حوالے سے جب ہم کتب تاریخ اور علوم اسلامیہ کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو تفسیر، حدیث، فقہ اور اسی طرح دیگر علوم کے حوالے سے ان اہل علم کا نام سامنے آتا ہے جنہوں اپنی محنت اور خدمات کی بناء پر ان علوم میں مہارت تامہ حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث کے میدان میں امام مالکؒ، امام بخاری، مسلم، ترمذی اور امام ابوداؤدؒ کے نام سرفہرست ہیں۔ اسی طرح تفسیر کے میدان میں بھی امام رازی، ابن کثیر، قرطبیؒ جیسے مفسرین کے علاوہ تصوف کے میدان میں بھی بعض حضرات کے نام بار بار سننے اور دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان میں بعض اہل علم ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے بیک وقت تفسیر، حدیث اور تصوف میں اعلی مقام اور مرتبے سے نوازا ہے۔ لیکن کسی ایک فن سے زیادہ شغف اور رغبت کی بناء پر اہل اسلام اور مسلمانوں کا اعتماد اور رجحان اسی فن کی طرف رہا۔ دراصل ہمارے علماء متقدمین میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جن کو تصوف کے میدان میں ولایت تامہ حاصل نہیں ہوگی لیکن علوم قرآن و حدیث میں مشغولیت تامہ کی بناء پر وہ تصوف کے میدان میں اپنا دائرہ کار آگے نہیں بڑھا سکے۔ اسی طرح بعض صوفیاء کرام نے علم ظاہر کی تدوین اور ترویج کی بجائے علم باطن کی طرف توجہ دی اور باطنی تزکیہ میں اپنی ساری زندگی گزاری جس کی بناء پر ان کی خدمات بطور محدث یا مفسر کے تاریخ کا حصہ نہیں رہے لیکن تصوف کے میدان میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دینے کی بناء پر ان کو صوفیاء کرام کی فہرست میں شامل کیا گیا۔

علماء محدثین کا صوفیاء کی روایات پر اعتماد نہ کرنے کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے حدیث کی تحقیق اور تخریج میں اس قدر انہماک اور گہرائی سے کام نہیں لیا جس کی ضرورت تھی۔ بلکہ یہ لوگ عبادت اور ریاضت والے تھے اور یہ لوگ تزکیہ نفس اور دل کی صفائی کرنے والے تھے۔ ان کو اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے سے کرامات، مشاہدات ،مکاشفات اور مجاہدات ملے تھے اور ان کو اللہ نے حال اور مقام کا علم عطا کیا تھا۔ صوفیاء کرام کے حوالے سے جس قدر بھی

تصنیفی کام ہوا ہے ان تمام میں علمائے تصوف کی حالات زندگی، اقوال و افعال اور ان کی روحانی اعمال پر پر مواد شامل تھا۔ صوفیاء کرام کی دیگر علوم میں خدمات کے حوالے سے مستقل کسی کتاب کا نہ ہونا بھی ان کی خدمات حدیث کی نفی کا باعث بنتا ہے کیونکہ بہت سارے صوفیاء کرام کو علم الحدیث، علم تفسیر، علم فقہ، علم عقیدہ وغیرہ میں بھی علمی رسوخ حاصل تھا۔ اس لئے کسی مستقل کتاب کے نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرنے والوں کو دلیل مل جاتی ہے اور کسی صوفی کی کسی روایت کو ذکر کرتے وقت پوچھتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ کہ یہ صوفیہ ہیں۔ ان کی سند پوری نہیں۔ کچھ علماء کی باتیں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کہ صوفیاء کی روایات دلیل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ صوفی علماء کے حدیث کے میدان میں کی گئی کاوشیں تاریخ کے اوراق سے اوجھل ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ صوفیاء کرام کو صرف تصوف اور تزکیہ نفس کے میدان کے ساتھ خاص کیا گیا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ بعض صوفیاء کرام اپنے وقت میں حدیث کا درس بھی دیا کرتے تھے لیکن ان کا زیادہ رجحان تصوف کی طرف ہی رہا۔ جیسا کہ ایک بڑے بزرگ عالم بشر بن حارث حافی کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ وہ حالت جذب میں ننگے پاؤں مدینے کی گلیوں میں پھرتا تھا لہذا ان کو حدیث کی روایت و درایت سے کیا لینا دینا۔ حالانکہ امام احمد بن حنبلؒ جیسے بعض محدثین کے بارے میں بھی یہی احوال ملتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ننگے پاؤں ہی مدینے میں چلتے تھے تاکہ کہیں پر بے ادبی نہ ہو جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ خود کئی کئی گھنٹے حضرت بشر حافیؒ کی مجلس میں جاتے تھے۔

تحمل حدیث میں شخصیات کی تقسیم

علوم اسلامیہ اور دین اسلام کی ترویج میں دو طرح کے اشخاص پائے جاتے ہیں

۱. کثیر الاطلاع ہونا، معلومات کے اعتبار سے زیادہ ہونا یعنی ان کے پاس معلومات وافر مقدار میں ہوتی ہیں۔

۲. کثیر الروایت ہونا، وہ افراد جو علوم کو پھیلانے والے ہوتے ہیں یعنی ان کی نظر دینی علوم کو آگے منتقل کرنا ہوتا ہے۔

محدثین کا شمار کثیر الروایۃ میں ہوتا ہے جبکہ اور اولیاء کا شمار کثیر الاطلاع میں ہوتا ہے۔ اولیاء چونکہ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں اس لئے معلومات کی حد تک تو وہ کثیر الاطلاع میں آتے ہیں۔ اولیاء کرام کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کو اللہ تعالی کا خاص قرب حاصل ہو جاتا تھا تو وہ احادیث کو روایت کرنے کو کم کرد

یتے تھے ان کی توجہ روحانی اور باطنی امور کی اصلاح کی طرف ہو جاتی تھی۔ اس لئے اولیاء کرام اپنی نظروں اور خاص توجہات کے ذریعے سے امت مسلمہ کی اصلاح کرتے آرہے ہیں اس کے برعکس محدثین اہل علم اپنی قلم اور درس وتدریس کے ذریعے سے اپنی خدمات کو انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک تقسیم ہے جس کی وجہ سے اللہ نے دین اسلام کے ہر شعبے کو نہ صرف محفوظ کیا ہے بلکہ حفاظت کے لئے ہر زمانے میں اس قسم کی شخصیات کو پیدا فرمایا ہے تاکہ دین اسلام کا کوئی بھی شعبہ کسی بھی پہلو سے کمزور نہ ہو جائے۔ صوفیاء کرام کا معمول چونکہ امت کی باطنی اصلاح ہوتی ہے اس لئے وہ قال قال رسول ﷺ کہنا کم کر دیتے ہیں اور متقدمین صوفیاء کا بھی یہی معمول تھا جس کی وجہ سے بعد کے لوگوں نے یہی سمجھا کہ صوفیاء کرام کو قرآن وحدیث سے زیادہ شغف اور لگاؤ نہیں اور نہ ہی ان کو اس بارے میں زیادہ علم ہے۔ حالانکہ صوفیاء کرام کو علمی میدان میں مہارت اور رسوخ حاصل تھا لیکن ان کو آگے بیان کرنے کی بجائے باطنی امور کی اصلاح کی طرف رجحان ہونے کی وجہ سے ان کا شمار محدثین اور مفسرین علماء میں نہ ہوا۔ مزید یہ کہ ان کا ہر عمل شریعت اسلامی کے عین مطابق ہوا کرتا تھا۔ اس میں اللہ کی طرف بڑی حکمت یہی تھی کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن کا سلسلہ بھی چلتا رہے۔

بعض صوفیاء کرام کی حدیث کے میدان میں تصنیفی خدمات

اہل علم کے حالات زندگی اور خدمات دینیہ کو پڑھنے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے علماء امت ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی ضرورت کی حد واقفیت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے کوئی مفسر ہو یا محدث یا پھر کوئی فقیہ ہو ان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق بھی مضبوط ہوتا تھا یعنی ظاہری علوم میں مشغول ہونے کے باوجود تزکیہ نفس کی طرف بھی خصوصی توجہ دیئے کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کوئی علم حدیث کے ساتھ مشغول ہوا تو کوئی علم تفسیر اور کوئی علم تصوف کے ساتھ نہ صرف وابسطہ رہا بلکہ یہی علوم ان کے پہچان کا ذریعہ بھی بن گئے۔ مثلا امام ابو حنیفہؒ کو فقیہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ نکالنا کہ امام صاحب کو تفسیر وحدیث کے علوم میں مہارت نہیں تھی یا ان کے پاس تفسیر اور حدیث کا علم نہیں تھا البتہ ان کا زیادہ میلان قرآن وحدیث سے فقہی احکام کو مستنبط کرنا تھا اس وجہ سے آپ کو فقہ کے ساتھ مناسبت زیادہ رہی اس طرح دیگر اہل علم بھی ہیں جن کی شہرت کسی ایک علم کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن حقیقت میں وہ کئی علوم کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح بعض اہل علم ایسے بھی گزرے ہیں کہ ان کی شہرت تصوف کی وجہ سے ہوئی ہے حالانکہ وہ حدیث اور اسی طرح تفسیر کے بھی امام مانے جاتے تھے۔ ذیل میں بعض حضرات کا مختصر تذکرہ کرنا مناسب ہوگا:

۱- **قاسم بن محمدؒ:** آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ ایک بڑے بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فقیہ، امام، عالم بھی تھے لیکن آپ کی شہرت تصوف کی وجہ سے زیادہ ہوئی۔ جبکہ حدیث کے

میدان میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی بہت سارے صحابہ کرام کی صحبت اور درس حدیث میں شرکت نے آپ کو ممتاز حفاظ حدیث میں سے بنادیا تھا۔ طبقات ابن سعد میں آپ کو کثیر الحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔[11] علامہ ذہبیؒ نے بھی آپ کو حفاظ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔[12] آپ روایت حدیث میں حد درجے تک احتیاط کی بناء پر احادیث کے لکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ احادیث کے الفاظ کی بعنیہ نقل کرنے کو ضروری سمجھتے تھے اس وجہ سے آپ کا میلان حدیث کی کتابت کی طرف نہ رہا۔ حالانکہ مسجد نبوی میں آپ کا درس حدیث ہوا کرتا تھا۔ حضرت سالم بن عبداللہ اور آپ کی ایک ہی مجلس تھی۔ بعد میں ان کے بیٹے عبدالرحمن اور سالم کے بھائی عبید اللہ بن عمرؓ اس مجلس میں بیٹھتے تھے، پھر ان دونوں کے بعد اسی مقام پر امام مالکؒ کا حلقہ درس ہوا کرتا تھا۔ مسجد نبوی میں یہ حلقہ روضہ نبوی اور منبر نبوی ﷺ کے درمیان ہوا کرتا تھا۔ علم حدیث میں اس قدر مقام ہونے کے باوجود آپ کا شمار بزرگ صوفیاء کرام میں ہوتا ہے لیکن آپ کے درس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت میں ایک عظیم صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے۔

۲- **عبداللہ بن مبارکؒ:** ابن مبارکؒ کا شمار اپنے وقت کے عظیم صوفیاء اور محدثین میں ہوتا ہے آپ کے اخلاق زہد وعبادت اسوہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا عملی نمونہ تھے۔ حضرت بن عیینہؒ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

میں نے آپ کے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاق، عادات واطوار کے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ صحاب کرام میں سوائے صحبت نبی ﷺ کے کوئی اور چیز مجھے زیادہ نظر نہیں آئی یعنی ان کو صحبت حاصل ہونے کی وجہ سے وہ صحابہ کے مرتبے پر فائز ہیں۔ صحابہ کرام تو آپ ﷺ کی صحبت کی بناء پر اعلی مقام پر فائز ہیں جس کو بعد کے انسانوں میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا ہے۔[13]

سفیان ثوریؒ نے لکھا ہے کہ میں نے بارہا کوشش کی کہ ابن مبارکؒ جیسی محتاط زندگی گزا سکوں لیکن سوائے چند دنوں کے میں زیادہ عرصے تک نہ کر سکا۔[14] ابن عیاشؒ لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر جو بھی نیکی کی صورت ہو سکتی ہے وہ تمام میں نے ابن مبارکؒ میں پایا ہے اللہ نے ان میں ودیعت رکھی تھی۔ بعض اوقات خود روزے سے ہونے کے باجود بھی اپنے دوستوں کی مہمان نوازی فرماتے تھے۔[15] امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کو اعلی مقام اور مرتبہ ان کی باطنی کیفیت کی بناء پر عطاء کیا گیا تھا یہ کیفیت ان کے لئے خاص تھی۔[16] سخاوت کے

میدان میں آپ کی بہت ساری واقعات ہیں بہت سے قرض داروں کے قرضے ادا کرنے کے بعد ان کو اس بات کا پابند کرتے تھے کہ اس بات کی کسی کو خبر تک نہیں دینا کہ میں نے آپ کا قرض اتارا ہے۔ تاکہ میرا یہ راز ظاہر نہ ہو جائے۔[17] آپ کی سخاوت کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کبھی بھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ آپ کے دستر خوان پر مسافر اور دوست احباب اور اہل علم حضرات ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسنؒ نے لکھا ہے کہ میں خراسان سے بغداد تک سفر میں آپ کے ساتھ رہا لیکن اس دوران میں نے آپ کو اکیلے کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔[18]

تصوف، سخاوت، جہاد اور دیگر مشاغل کے ساتھ ساتھ اگر علم حدیث کے میدان میں دیکھا جائے تو شاید ہی کوئی حدیث کی کتاب ہو یا حدیث کا امام ہو جنہوں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کوئی روایت نہ لی ہو۔ آپ سے نقل کی گئی روایات ۲۰ ہزار کے قریب ہیں جو تقریباً حدیث کی بنیادی کتابوں میں آپ کی سند کے ساتھ نقل کی گئی ہیں۔ ابواسامہ نے آپ کو فنِ حدیث میں امیر المؤمنین کے مرتبے پر ہونے کو بیان کیا ہے، عبدالرحمن بن مہدی جو ائمہ اسماء الرجال میں ہیں، وہ فرماتے تھے کہ عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری رحمہ اللہ سے افضل تھے، لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے، فرمایا کہ عام لوگوں کو ان کے علم کا اندازہ نہیں ہے، میں نے ابنِ مبارک جیسا کسی کو نہیں پایا؛ پھر کہا: میرے نزدیک ۴ علماء حدیث کے امام ہیں: سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ۔ ابواسحاق فرازی کا قول ہے کہ وہ امام المسلمین تھے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حافظِ حدیث اور اس کے عالم تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کی تصنیفات

علامہ ذہبیؒ آپ کی تصنیفی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں: آپ نے اہم کتابیں تصنیف کی ہیں چنانچہ آپ کی مشہور کتاب "کتاب الزہد" کے علاوہ "کتاب السنن" اور "کتاب البر والصلة" بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک صوفی اور بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے مفسر، محدث اور مصنف بھی تھے۔

۳۔ امام ابوعبدالرحمن سلمیؒ: آپ کا شمار اپنے وقت کے عظیم صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ نے عراق، بغداد، رے، ہمدان، مرو، حجاز وغیرہ کے مشائخ سے حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں سب سے مشہور شخصیت امام دار قطنی کی ہے۔ جو حدیث کے جلیل القدر امام تھے۔ السلمی نے ان سے طویل عرصے تک استفادہ کیا، اس لیے اس کا نام ہی 'کتاب السوالات' ہے۔ دار قطنی کے علاوہ ابو نصر السّراج جن کی کتاب اللمع فی التصوف تصوف کی سب سے

پہلی باضابطہ تصنیف مانی جاتی ہے، وہ بھی ان کے اساتذہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ ابوالقاسم النصر آبادی احمد بن علی بن شاذان ابن حسنویہ، حلیۃ الاولیاء کے مصنف ابو نعیم اصفہانی، ابو بکر القفال شاشی، ابو عبداللہ محمد بن یعقوب الشیبانی اور بہت فن سے اساتذہ سے انھوں نے اکتساب فیض کیا۔ السلمی کے ایک معاصر اور استاد اور اپنے وقت کے جید عالم ابو نعیم اصفہانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ''سلمیٰ ان لوگوں میں سے تھے جن کو صوفیہ کے مذہب میں کامل درک حاصل تھا اور انھوں نے تصوف کو اسلاف اولین کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا۔ ان کے طریقے کا اتباع کیا۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے: ''ابو عبدالرحمن کا مقام و مرتبہ ان کے اہل شہر میں بہت بلند تھا اور صوفیہ کے درمیان ان کی بڑی حیثیت تھی۔ ساتھ ہی وہ حدیث کے بھی عالم تھے۔ انھوں نے مشائخ حدیث سے روایات جمع کیں اور کتابیں لکھیں۔ آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں لیکن زیادہ تر تصوف سے متعلق ہیں البتہ حدیث کے میدان میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ آپ نے "کتاب السماع" لکھی ہے۔ لیکن امام سُلَمی کی تصنیفی خدمات دنیا کی نظر سے ہمیشہ او جھل رہا اس لئے کہ ان کا معروف کام تصوف و سلوک تھا، لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ تصوف ہی کے میدان کے لوگ تھے اور علم حدیث ان کے پاس نہیں تھا۔

علامہ طاہر القادری صاحب نے ۲۰۰ احادیث امام ابو عبدالرحمن سلمی کی اپنی متصل سند کے ساتھ مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کر کے کتاب مرتب کی ہے۔ اس کا نام ''السبل الوہبیہ فی الاسانید الذہبیہ'' رکھا ہے۔[19]

۴۔ تاج الدین عبدالرزاق: آپؒ کا شمار بھی ان ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے آباو اجداد اپنے زمانے کے عظیم اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے۔ آپ مشہور بزرگ صوفی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند ہیں۔ شیخؒ نے ہی آپ کی تربیت کی۔ آپ تواضع، انکساری، اخلاق و عادات اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ اکثر الگ اور خاموش رہنے کو پسند کرتے تھے البتہ درس و تدریس کو خاص اہمیت دیتے تھے طلباء کا خاص خیال رکھتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے اپنی علمی پیاس بجھایا۔ اور کثیر تعداد میں لوگ عالم فاضل اور عارفِ کامل کے مراتب تک پہنچے۔ آپ نے ایک بڑی جماعت سے احادیث کی سماعت فرمائی تھی۔ زبردست محدث اور فقیہہ ہونے کی بنا پر تاج الدین کے لقب سے نوازا گیا۔ لہذا یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ تصوف میں اعلی مقام ہونے کے باوجود آپ کو علم حدیث میں مہارت حاصل ہونے کی بناء پر "تاج الدین" کا لقب ملا۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو بہت سارے القابات سے مخاطب کرتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ آپ ان تمام القابات کے مصداق تھے چنانچہ انہوں نے آپ کو حافظ الحدیث، محدث، الامام الفقیہ، ثقہ، شیخ الاسلام اور مرجع کثیر الخلق جیسے عظیم القاب سے نوازا ہے۔[20]

۵۔امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری: تصوف کے میدان میں مشہور و معروف کتاب "رسالہ قشیریۃ" کے مصنف ہیں ۔ آپ کو مختلف القابات سے نوازا گیا ہے۔ چنانچہ آپ کو زین الاسلام،استاذالصوفیاء، شیخ الجماعۃ، مقدمۃ الطائفہ،صاحبِ رسالہ قشیریہ جیسے القابات استعمال کئے گئے ہیں۔آپ نے علم کے لیے کئی بلادِاسلامیہ کا سفر کیااور متعدد مشاہیرِ اسلام سے اخذِ علم کیا۔جن ابوالحسین بن بشران ،ابن الفضل بغدادی،ابو محمد کوفی،ابونعیم،ابوالقاسم بن حبیب قاضی،ابو بکر طوسی۔مشہور محدث امام ابو بکر بیہقی اور امام الحرمین جوینی کی صحبت میں رہے۔آپ کی تصنیفات میں "اربعون فی الحدیث"، "کتاب المعراج"، ناسخ الحدیث و منسوخہ "اور "الرسالۃالقشیریۃ" سرفہرست ہیں۔

خلاصہ و نتائج البحث:

صوفیاء کرام کی دینی اور علمی اعتبار سے کردار نہایت واضح ہے انہوں نے تربیتی پروگراموں اور وعظوں کے ذریعے نہ صرف لاکھوں انسانوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا بلکہ ان کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی جدوجہد کی نتیجے میں آج اسلام کا عادلانہ نظام بھی کسی حد تک قائم ہے۔اصلاح معاشرہ میں صوفیاء کرام کے اخلاق اور عملی تربیت کا اہم کردار ہونا کسی سے مخفی نہیں۔اگر کتب تاریخ کے مطالعہ سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنے اخلاق اور عمل کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے ان کو ہدایت کے راستے پر گامزن کیا۔انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں ہی فرد کی اصلاح و تربیت کی کوشش کی جس کے نتیجے میں آج معاشرتی نظام میں اسلام کی تعلیمات پر عمل ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔اگر تاریخ کی اوراق گردانی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف تربیتی پہلو سے امت مسلمہ کی خدمت میں کوئی کسر چھوڑی ہے بلکہ جابجا تفسیر، حدیث اور فقہی میدانوں میں بھی علمی اور تصنیفی خدمات انجام دی ہیں۔صوفیاء کرام وہ طبقہ ہے جن کے بغیر تاریخ اسلام کے اوراق نامکمل نظر آتے ہیں تاریخ ہمیشہ ان کی احسان مند نظر آتی ہے۔اس لئے بعض حضرات کا صوفیاء کرام کی احادیث کو یہ کہہ کر رد کرنا کہ یہ روایت تو ایک صوفی کی ہے اور صوفی کو حدیث سے کیا لینا دینا،ان کی سند میں قوت نہیں ہوتی لہذاان کی مرویات کو حجت نہیں قرار دیا جاسکتا۔اس قسم کے اقوال کا صادر ہونا بعض اوقات صوفیاء کرام کی علم حدیث میں خدمات اور تصنیفات سے ناواقف ہونا بھی ہے۔البتہ یہ بات ایک حد تک درست بھی ہے کہ بہت سے صوفیاء کرام نے احادیث کی صحت کی طرف زیادہ التفات نہیں کیا ہے بلکہ ان کا مقصد الفاظ حدیث کا ظاہری اعتبار سے سالم ہونا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ضعیف روایات کو بھی صحیح روایات کی طرح بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس لئے کلی طور پر یہ کہنا کہ صوفیاء کرام سے احادیث کے میدان میں کوتاہیاں اور غلطیاں نہیں ہوئی ہیں یہ بھی درست نہیں بلکہ دونوں اقوال میں توازن کا ہوناضروری ہے۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ کسی عالم کا کسی شعبے میں شہرت ہونے کی بناءپر دوسرے شعبوں سے متعلق ان کے اقوال کو اہمیت نہ دینا یا نظر انداز کرنا بھی درست نہیں بلکہ ان کے اقوال اگر شریعت کے مزاج اور اصول کے مخالف نہ ہوں تو قبول کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ یہ ایک مختصر سی کاوش ہے جس میں اختصار کے ساتھ صوفیاء کرام کی حدیث کے میدان میں علمی اور تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

1 ۔ الشعرانی، عبدالوہاب، الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، جلد ۱ ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان.

Abdul Wahab Al-Sherani, Al Yawaqeet-ul-Jawahir, 1/20, Dar ul-Kutub al-ilmiyya, Lubna

2 سورۃ الکہف، آیت، ۶۵۔

Surah Kahf, Ayah, 65.

3 سورۃ البقرۃ، آیت، ۱۵۱۔

Surah al-Baqarah, Ayah, 151.

4 تفسیر بیضاوی، جلد ۱، ص، ۹۵، سورۃ البقرۃ، آیت، ۱۵۱۔

Tafseer al-Beyzawi, 1/95, Surah al-Baqarah, ayah, 151.

5 مشکوۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، باب العلم، حدیث رقم، ۲۵۷۔

Mishkat al-Masabih, Muhammad ibn ʻAbd Allāh Khatib Al-Tabrizi Hadith no, 257.

6 مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح، ملا علی القاری، جلد، ۱، ص، ۴۷۸۔

Mirqat sherh Mishqat al-Masabih, Molla al-Qari, 1/478. Iḥyāʾ ʿulūm al-dīn

7 احیاء العلوم، امام غزالیؒ، جلد، ۱، ص، ۳۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

Iḥyāʾ ʿulūm al-dīn, Imam Ghazali, 1/35, Maktaba Rashidiya, Quetta.

8 مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، ص، ۳۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

Mishqat al-Masabih, Kitab al-Ilm, page, 35, Qadimi Kutubhane, Karachi.

9 الاتقان فی علوم القرآن، تفسیر صحابۃ، نوع الثمانون فی طبقات المفسرین۔

Al-Itqan fi Uloom al-Quran, Tafseer, Sahaba, tabaqat ul Mufasserin.

10 رد المختار، ابن عابدینؒ، جلد، ۶، ص، ۳۸۰، مکتبہ امدادیہ۔

Rad al-Muhtar, Ibn Abidin, 6/380. Maktaba Imdadiya, Lahore.

11 طبقات ابن سعد: ۱۳۹/۵۔

Tabaqat Ibn Saad, 5/139.

12 علامہ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ: ۸۴/۱۔

Allama Zahabi, Tazkirat al-Huffaz, 1/84.

13 البدایہ والنہایۃ، امام ابن کثیر، جلد، ۱۰، صفحہ، ۱۹۱۔

Al-Bidaya wa al-Nihaya, Imam Ibn Kathir, 10/191.

14 صفوۃ الصفوۃ, شیخ محمد علی الصابونی، ۴/۱۱۱۔

Safwat ul-Tafaseer,Sheyh, Muhammad Ali as-Sabuni, 4/111.

15 البدایہ والنہایۃ، امام ابن کثیر، جلد، ۱۰، صفحہ، ۱۹۱۔

Al-Bidaya wa al-Nihaya, Imam Ibn Kathir, 10/191.

16 صفوۃ الصفوۃ، شیخ محمد علی الصابونی، جلد، ۴، صفحہ، ۱۲۰۔

Safwat ul-Tafaseer, Muhammad Ali as-Sabuni, 4/120.

17 صفوۃ الصفوۃ، شیخ محمد علی الصابونی، جلد، ۲، صفحہ، ۳۲۸۔

Safwat ul-Tafaseer, Muhammad Ali as-Sabuni, 2/328.

18 صفوۃ الصفوۃ، شیخ محمد علی الصابونی جلد، ۲، صفحہ، ۳۲۴۔

Safwat ul-Tafaseer, Muhammad Ali as-Sabuni, 2/324.

19 دیکھئے: السبل الوہبیہ فی الاسانید الذہبیہ، منہاج بکس، لاہور۔

Al-Subul ul wahbiyya fi al-asanid az-Zahabiyya, Minhaj books, Lahore.

20 تاریخ اسلام، شاہ معین الدین، جلد، ۴۳، صفحہ، ۱۱۹۔

Tarih-e Islam, Shah Moen ud din, 3/119.